

تاریخ اسلامی میں دروغ گورایوں کا کردار اور تدوین جدید کی ضرورت

مفتی عارف محمود

تاریخ کا لغوی مفہوم..... لغت میں ”تاریخ“ وقت سے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں (یعنی کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت بتانا)۔ (۱)

اہل لغت کہتے ہیں: أرخت الكتاب و رخته، یعنی میں نے لکھنے کا وقت ظاہر کیا۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری (المتوفی ۳۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ ”تاریخ“ اور ”تورخ“ دونوں کے معنی وقت سے آگاہ کرنا ہیں، چنانچہ اس کے لیے ”أرخت“ بھی کہا جاتا ہے اور ”ورخت“ بھی۔ (۲)

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ تاریخ ”أرخ“ (بضم الهمزة و کسرھا) سے مشتق ہے، أرخ وحشی گائے (نیل گائے) کے مادہ بچہ کو کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح بچہ نو مولود ہوتا ہے اسی طرح تاریخ بھی ایک نو ایجاد شے ہے۔ (۳)

تاریخ کا اصطلاحی مفہوم..... تاریخ کی اصطلاحی تعریف میں بڑی بڑی موسٹگافیاں کی گئی ہیں، یہاں بعض کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱)..... اصطلاح میں تاریخ اس وقت کے بتانے کا نام ہے جس سے راویوں اور ائمہ کے سارے احوال وابستہ ہوتے ہیں، یعنی ان کی ولادت، وفات، ان کی صحت و عقل، طلب علم کے لیے سفر، حج، ان کا حافظہ، ضبط، واقفان، ان کا عادل ہونا، قابل جرح ہونا وغیرہ وغیرہ تمام باتیں جن کا تعلق ان کے احوال کے چھان بین سے ہو۔

(۲)..... یا تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں، فاتحوں اور مشہور شخصیات کے احوال، گزرے ہوئے زمانہ کے بڑے اور عظیم الشان واقعات و حوادث، زمانہ گزشتہ کی تمدن، معاشرت، اخلاق وغیرہ سے واقفیت حاصل کی جاسکے۔

(۳)..... بعض حضرات نے کہا کہ پھر اس مفہوم کو وسعت دے کر وہ سارے امور بھی اس سے ملحق کر دیئے گئے جو بڑے واقعات و حوادث سے متعلق ہوں، جنگوں، امور سلطنت، تہذیب و تمدن، حکومتوں کے قیام، عروج و زوال، رفاہ عامہ کے کاموں وغیرہ کی حکایت کو بھی تاریخ کہا گیا ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ ان تمام اقوال کا یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ جو حالات و واقعات بقید وقت لکھے جاتے ہیں، ان کو تاریخ کہتے ہیں۔ (۴)

تاریخ کی ضرورت و فوائد..... تاریخ سے گزشتہ اقوام کے عروج و زوال، تعمیر و تخریب کے احوال معلوم ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلوں کے لیے کافی عبرت کا سامان میسر آتا ہے، حوصلہ بلند ہوتا ہے، دانائی و بصیرت حاصل ہوتی ہے اور دل و دماغ میں تازگی و نشوونما کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، غرض تاریخ اس کائنات کا پس منظر بھی ہے اور پیش منظر بھی، اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں خوب معاونت حاصل ہوتی ہے۔ (۵)

بہترین مؤرخ کون؟..... بہترین مؤرخ وہ ہوتا ہے جو سالم العقیدہ اور پاک مذہب ہو، جو کچھ لکھے وہ بیان واقع ہو، نہ کسی بات کو چھپائے، نہ کوئی غلط بات اپنی طرف سے بڑھائے۔ مؤرخ کے لیے ضروری ہے وہ امانت و دیانت میں ممتاز ہو، ذہین، نکتہ رس، منصف مزاج ہونے کے ساتھ ادب اور قادر الکلام بھی ہو، سیاسی، مسلکی و ایٹکی و تعصب سے پاک ہو، امراء و حکام کی خوشنودی اور مادی منافع اور جاہ و منزلت کی خاطر حقائق کو توڑ و مروڑ کر کے ضمیر و قلم فروشی کا مرتکب نہ ہو، تائیدی اسباب کے مختلف احتمالات میں پہلے سے سے کسی ایک جانب کو متعین نہ کرے، انصاف کے ساتھ صحیح اور درست سمت کو اختیار کرے، وغیرہ۔ (۶)

شرائط مؤرخ..... علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ ”قاعدة في السؤرخين نافعة جداً“ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ بعض دفع کچھ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثق راوی کے نقل پر اعتماد و محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے، شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے... اس بارے میں صحیح و صائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:..... (۱) مؤرخ صادق ہو، (۲) روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو نہ کہ روایت بالمعنی پر، (۳) اس کی نقل کردہ روایت مجلس مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو، (۴) جس سے نقل کر رہا ہو اس کے نام کی صراحت کرے، (۵) اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے، (۶) تراجم میں کثرت نقل کو اختیار نہ کرے، (۷) مترجم لہ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو، (۸) حسن عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو، (۹) حسن تصور والا ہو یہاں تک کہ مترجم لہ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرا دے، (۱۰) ہوئی پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو

اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرنے، یا تو ہوئی سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہوئی کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے۔ (۷)

تاریخ قرون ملاحہ:..... اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، ہماری تحریر کا مقصد قرون ملاحہ سے متعلق تاریخ کی تدوین اور دروغ گورایوں کے کردار اور تاریخ کی تدوین جدید کی ضرورت کے متعلق بحث کرنا ہے، اگرچہ تدوین حدیث بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہے، مگر وہ ہمارا موضوع بحث نہیں، اس سے متعلق سرسری اشاروں پر اکتفا کریں گے۔ اسلام میں تاریخ نویسی کی ابتدا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ہوئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا و غزوات کے حالات نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے، بلکہ اپنی اولاد کو بھی انہیں یاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، لیکن باقاعدہ سے تمام اخبار و وقائع کو بصورت تاریخ مدون کرنے کا کام دوسری صدی ہجری میں بنو عباس کے عہد حکومت میں شروع ہوا، ابتدا میں واقعات کو بیان کرنے کے لئے سند کا اہتمام کیا گیا، یہاں تک کہ اشعار بھی سند کے ساتھ بیان کیے جاتے تھے، چنانچہ تاریخ طبری اور کتاب الأغناسی اس کا مظہر ہیں، لیکن یہ واضح رہے عام اخبار و وقائع اور اشعار کے راویوں کی بابت بحث و تحقیق کے باب میں وہ اہتمام اور شدت نہیں برتی گئی جو روایات حدیث کے متعلق بحث و تحقیق اور تحقیق کے باب میں برتی گئی۔

تدوین تاریخ میں کا فر مالیک نفسیاتی ضابطہ:..... یہ بات تو ہر عام و خاص پر واضح ہے کہ انسانی تاریخ میں جب بھی ایک قوم و قبیلہ یا جماعت و پارٹی کی حکومت و اقتدار کو ختم کر کے دوسری مقابل قوم و قبیلہ یا جماعت و پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو وہ اپنے پیش رو حکمرانوں کی تمام خوبیوں، محاسن اور تعمیر کاموں کو بھی خامیوں، برائیوں اور تخریب باور کروانے کے لیے پوری حکومتی مشینری کے ساتھ مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے، تدوین تاریخ اسلامی کے وقت بھی یہ نفسیاتی ضابطہ کار فرما رہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان مصالحت کے بعد سے تقریباً ۱۳۲ ہجری تک عالم اسلام پر بنو امیہ کی حکومت رہی، پھر اس کے بعد ۱۳۲ ہجری بموافق ۴۹ ۷۰ء بنو عباس کے ایک شخص ابو العباس السفاح نے بنو امیہ کی حکومت ختم کر کے بنو عباس کی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔

یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ بنو عباس زمانہ قدیم سے خاندانی و قبائلی عصبیت کے تحت بنو امیہ کے سخت مخالف تھے، لہذا جب بنو عباس کے دور حکومت میں تاریخ کی تدوین شروع ہوئی تو عام طور سے تاریخی وقائع و حوادث کو مرتب کرنے میں اسی نفسیاتی ضابطہ کو پیش نظر رکھا گیا، بلکہ بعض مؤرخین نے حکومتی ظلم و ستم سے بچنے یا حکام وقت کی خوشنودی کی خاطر اور اپنی معاشی و تمدنی حالت کو مستحکم کرنے کیلئے مذکورہ بالا طرز ہی اختیار کیا۔

علامہ شبلی کی گواہی:..... قریبی دور کے ایک مشہور مؤرخ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”الانتقاد

علی التمدن الاسلامی“ میں اسلامی تاریخ کی ابتدائی تدوین کا بہترین جائزہ پیش کیا ہے، چنانچہ علامہ صاحب نے لکھا ہے:

”اسلامی تاریخ کے مؤرخین عموماً بنو عباس کے عہد میں (پیدا) ہوئے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنو امیہ کی خوبی کی کوئی چیز (بھی) اتفاقاً صادر ہو جاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہنگ عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا، دفتر تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔“ (۸)

راویوں کا نظریاتی کردار:..... اس کے علاوہ تاریخی واقعات کو نقل کرنے والے راویوں کے نظریات اور مذہبی رجحانات نے بھی ان واقعات کو بیان کرنے اور اس کے لئے اختیار کی جانے والی تعبیر میں مرکزی کردار کیا، خصوصاً جب انہیں روایت بالمعنی کی عام اجازت بھی حاصل تھی، چنانچہ بہت سارے گمراہ عقائد و افکار کے حامل راویوں نے قرون ثلاثہ سے متعلق واقعات کو اپنے مذہبی رجحانات و نظریاتی افکار کے تحت حقائق کو نظر انداز کر کے اس طرح بیان کیا کہ اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کے بارے میں بہت سارے مطاعن و مثالب پیدا کیے گئے۔

دروغ گورواویوں کے ظہور کے اسباب و اہداف:..... قرون ثلاثہ میں خاص طور سے تدوین تاریخ کے زمانہ میں حدیث و تاریخ کے سلسلہ میں دروغ گورواویوں کی ایک بڑی تعداد ظاہر ہوئی، ایک محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے تین سو سے زائد دروغ گورواوی ہیں جنہوں نے ہمارے صاف و شفاف علمی اور تاریخی ورثہ کو اپنی دروغ گوئیوں سے گدلا کر ڈالا، بلکہ بسا اوقات ناپاک بھی کر دیا ہے، وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے ان لوگوں کو دروغ گوئی پر مجبور کیا اور ان کی اس دروغ گوئی اور کذب کے پس پردہ کیا اہداف و مقاصد تھے، بعض کی طرف تو ہم اشارہ کر چکے ہیں، یہاں چند اہم اسباب و اہداف کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اگر آپ قرون ثلاثہ کی تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو تدوین کے اس زمانہ میں جھوٹ و کذب کے ظاہر ہونے کے اسباب و اہداف میں مدخل پائیں گے، بسا اوقات ایک ہی واقعہ میں سبب اور ہدف دونوں پائے جائیں گے، اگر آپ نفس واقعہ کی طرف دیکھیں گے تو آپ کو اس کا سبب نظر آئے گا، لیکن اسی واقعہ پر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو اس کا ایک ہدف و غرض بھی سامنے آئے گی۔ غرض دروغ گوئی و کذب کے بعض ایسے گہرے اور بنیادی اور واضح اسباب ہیں جن کی وجہ سے قرون ثلاثہ کے دوران عام طور سے اور تدوین تاریخ کے وقت خاص طور سے دروغ گوئی نے جڑ پکڑ لی تھی۔

دروغ گوئی کے اہم اور بنیادی اسباب:..... ویسے تو دروغ گوئی و کذب کے اسباب کثیر تعداد میں ہیں، ہم یہاں صرف چند اہم اور بنیادی اسباب کے ذکر پر اکتفا کریں گے:

(۱)..... سیاسی اختلافات (۲)..... فکری اور مذہبی گمراہی و بے اعتدالی (۳)..... باطنی امراض (کفر و نفاق اور زندہ)

سیاسی اختلافات:..... بنیادی طور پر سیاسی اختلافات ہی وہ اہم سبب ہے جس نے امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف باہم مقابل فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کے دست و گریباں اور خون کا پیاسا بنا دیا، سیاسی اختلافات کی ابتدا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں ہوئی اور بالآخر ۱۳۲ ہجری میں ابولعباس السفاح کے ہاتھوں بنو امیہ کے اقتدار کے خاتمہ کی شکل میں اس کے خون آشام نتائج ظاہر ہونے لگے اور عالم اسلام کی موجودہ صورت حال بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اس کی خون آشامی اب بھی امت مسلمہ کو گھیرے ہوئے ہے۔

فکری اور مذہبی گمراہی:..... فکری اور مذہبی گمراہی نے اسی سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لیا، اس اندھے سیاسی فتنہ نے فکری اور مذہبی انحراف کو مزید اونڈھا اور گہرا کر کے نہ صرف اسے بنیاد فراہم کی بلکہ اس کا دفاع کر کے اسے ایک مقدس، شرعی و مذہبی رنگ دے دیا، جیسا کہ صراط مستقیم سے انحراف کرنے والے، اسلام کی طرف منسوب بہت سارے گمراہ فرق خوارج و روافض وغیرہ کا حال یہی ہے کہ دونوں نے سیاسی فتنہ کے بطن سے جنم لے کر اسی کی گود میں پرورش پائی اور اس کی تائید سے صراط مستقیم سے منحرف ان فرقوں نے ایک مقدس مذہبی رنگ کا لبادہ اوڑھ لیا، جن کی تقدس کے پس پردہ امت مسلمہ کو زشتہ تیرہ صدیوں سے لہولہاں کیا جا رہا ہے۔

امراض باطنی:..... جیسا کہ کفر، نفاق، زندہ، حسد، کینہ، دنیا کی محبت و حرص وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جنہوں نے بہت سارے لوگوں کو دروغ گوئی، اس میں مہارت و امتیاز حاصل کرنے پر ابھارا اور مجبور کیا، پھر اس کے برے اور زہریلے اثرات میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب ان امراض باطنی اور سیاسی و مذہبی اختلافات میں امتزاج ہوا۔ غرض یہی وہ مرکزی اور بنیادی اسباب تھے جنہوں نے ان دروغ گواروں کے لئے زمین ہموار کی اور فضا و ماحول کو سازگار بنایا جس کی وجہ سے وہ نہ صرف جھوٹ و دروغ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے، بلکہ اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی سعی نامسعودی، تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق اس دروغ گوئی کے سہارے اپنے مذہب کی خدمت، مصالح کے حصول اور شہوات کی تکمیل کر سکیں۔

مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید و نصرت:..... دروغ گوئی و کذب کے ظاہر ہونے کے اسباب میں ایک سبب صراط مستقیم سے منحرف رہنے والے مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائید و نصرت بھی ہے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دروغ گو اور کذاب احمد بن عبد اللہ جو بیاری فرقہ کرامیہ کی نصرت و دفاع کی خاطر محمد بن کرام کے لئے احادیث گھڑا کرتا تھا اور محمد بن کرام انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کرتا تھا۔ (۹) اس طرح دروغ گو و کذاب قاضی محمد بن عثمان نصیبی روافض کی تائید و نصرت کی خاطر احادیث گھڑا کرتا تھا اور ابو جہار و بن منذر کو فی مثالب صحابہ میں احادیث وضع کیا کرتا تھا، عبدالرحمن بن خراشی شیعہ کا بھی یہییں طریقہ تھا، اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے مزموعہ مثالب میں دور سائے تحریر کر کے روافض کے ایک بڑے پیشوا کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے دو ہزار

درہم انعام میں دیے۔ (۱۰)

غور فرمائیں کہ مذکورہ بالا تینوں افراد کا ہدف و مقصد وضع حدیث سے صرف اپنے مخصوص فرقہ کے فکری و اعتقادی افکار کی تائید کے علاوہ کچھ نہیں، یہ لوگ صرف انبیاء کرام کے بعد بالاتفاق خیر البشر و افضل البشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان درازی اور دلی کینہ کے اظہار کی غرض سے دروغ گوئی کیا کرتے تھے، ووافض نے اہل بیت و حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تین ہزار کے قریب جعلی احادیث وضع کی ہیں۔ (☆۱۰)

ترغیب و ترہیب:..... دروغ گوئی کے اہداف میں ایک ہدف لوگوں کو دین کی ترغیب دینا اور ان کے دلوں کو نرم کرنا اور اپنے مزمومہ نظریہ کے مطابق لوگوں کو اجر کی امید دلانا اور گناہ سے روکنے کے لیے ترہیب بھی تھا، جیسا کہ بعض جاہل اور صوفی قسم کے لوگوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔

مادی و معاشی فوائد کا حصول:..... دروغ گوئی کے مرکزی اہداف و اسباب میں ایک بڑا اور بنیادی سبب و ہدف جاہل عوام کو اپنی طرف مائل کر کے ان سے مادی و معاشی فوائد حاصل کر کے اپنی خواہشات و چاہتوں کو پورا کرنا بھی تھا، یہ طرز عمل مخصوص گمراہ فرقوں کے علاوہ قصہ گو اور واعظ قسم کے لوگوں نے بھی اختیار کیا ہوا تھا، یہ لوگوں کو جھوٹی روایات، عجیب و غریب اور محیر العقول قسم کی باتیں گھڑ کر سنایا کرتے تاکہ لوگ ان سے متاثر ہو کر ان کی مادی و معاشی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن فضل اصفہانی (المتوفی ۵۳۰ھ) اصفہان کے بازار میں گھڑے ہو کر اسی وقت اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور ان روایات کا ذبہ کے ساتھ صحیح روایات کی اسانید کو جوڑا کرتا تھا۔“ (۱۱)

شخصی یا گروہی مفادات:..... جھوٹ و کذب میں منافست کا ایک سبب و ہدف اپنے شخصی یا گروہی مفاد کے لیے بعض بزرگزیاد اور بڑے لوگوں کی مدح یا مذمت میں احادیث وضع کرنا بھی تھا، جیسا کہ روافض کا یہ عمومی حال تھا، علامہ ذہبی نے امام مازری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نعیم بن حماد امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثالب میں جھوٹی روایات وضع کیا کرتا تھا، (۱۲) علامہ ذہبی ہی نے لکھا ہے کہ احمد بن عبد اللہ جو بیاری نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ایک حدیث وضع کی تھی۔ (۱۳) ان تمام اسباب و اہداف میں غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کذب و دروغ گوئی کے پھیلنے، پھیلنے اور پھولنے کی اساس و بنیاد تو ان دروغ گواروں کے باطنی و داخلی امراض کے سبب وجود پذیر ہوئی، لیکن سیاسی، گروہی اور مادی و معاشی عوامل نے اس کی گہرائی و نشاط میں اضافہ کر کے اسے مزید سہ آتش بنایا۔

دروغ گوئی کے تاریخ اسلامی پر آثار سیرہ:..... دروغ گواروں کے اس مخصوص مکتبہ فکر نے ہماری پوری تاریخ اسلامی پر عام طور سے اور قرون ثلاثہ پر خاص طور سے بہت سے زہریلے اور بُرے اثرات چھوڑے، مقام دعوت غور و فکر یہ ہے کہ ان دروغ گوار کذاب (اور مہتمم بالکذب) لوگوں کی روایات ہماری تاریخ، ادب، عقائد اور دینی تصانیف میں

سرايت کر گئیں اور ان کے ایک بڑے اور معتد بہ حصہ کو اپنے جھوٹ سے فاسد کر ڈالا، جس کے نتیجہ میں وہ تصانیف ثقہ روایات کے ساتھ باطل، خرافات و متناقضات کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔

تاریخ طبری کا ایک سرسری جائزہ:..... جن حقائق کا ہم نے گزشتہ سطور میں تذکرہ کیا، ان کا ہماری اسلامی تاریخ سے کتنا تعلق ہے اور اس کے کیا برے اثرات مرتب ہوئے، ان کا ایک سرسری جائزہ لینے کی غرض سے ہم نے کتب تاریخ میں سے علامہ ابن جریر بن یزید طبری (المتوفی: ۳۱۰ھ) کی مشہور و معروف تصنیف ”تاریخ الأمم والملوک المعروف بتاريخ الطبری“ کا بطور نمونہ کے انتخاب کیا ہے، تاریخ طبری ہمارے عہد اسلامی کی تاریخ کا اہم مصدر ہونے کے علاوہ قرون ثلاثہ کے حوالہ سے سب سے اہم، کثیر المعلومات اور مستند سمجھی جانے والی کتاب ہے، اس لیے طبری اور ان کی کتاب کا مختصر سا تعارف کروانے کے بعد ہم اپنے اصل موضوع پر گفتگو کریں گے، تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ علامہ طبری خود ثقہ ہیں لیکن ان کی کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔

ابن جریر طبری کا مختصر تعارف:..... نام محمد، ولدیت جریر، دادا کا نام یزید اور کنیت ابو جعفر ہے، پیدائش طبرستان میں ہوئی تو اس کی نسبت سے طبری کہلاتے ہیں۔ سن ولادت میں دو قول ہیں: (۱) ۲۲۲ ہجری کے آخر میں (۲) ۲۲۵ ہجری کے اول میں۔ ابن جریر خود اپنے ابتدائی حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”میں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ یاد کر لیا، آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نمازیں پڑھانا شروع کر دیں اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کر دیا تھا۔“ ابن جریر طبری نے علوم و فنون کی تکمیل کیلئے مختلف علماء اور علاقوں کی طرف اسفار کیے۔ عراق میں ابوالمقاتل سے فقہ پڑھی، احمد بن حماد و ولابی سے کتاب المبتدأ لکھی، مغازی بن محمد بن اسحاق کے واسطے سے سلمہ بن فضل سے حاصل کیے اور اسی پر اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی۔ کوفہ میں ہناد بن سری اور موسیٰ بن اسماعیل سے حدیث لکھی، سلیمان بن خلاد طحی سے قرأت کا علم حاصل کیا پھر وہاں سے بغداد لوٹ آئے، احمد بن یوسف تغلبی کی صحبت میں رہے اور اس کے بعد فقہ شافعی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کو اپنا مسلک ٹھہرا کر کئی سال تک اس کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، بیروت میں عباس بن ولید بیرونی سے شامیوں کی روایت میں قرأت و تلاوت مکمل کی۔

مصر میں بھی ایک طویل دور تک، قیام پذیر رہے، اسی اثنا میں شام چلے گئے پھر لوٹ آئے اور امام مزنی اور عبدالحکم کے صاحبزادوں سے فقہ شافعی کا علم حاصل کیا اور ابن وہب کے شاگردوں سے فقہ مالکی کی تحصیل کی۔ غرض علامہ طبری نے حدیث، تفسیر، قرأت، فقہ، تاریخ، شعر و شاعری اور تمام متداول علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ مختلف عنوانات پر ۲۶ کے قریب کتابیں تصنیف کیں، ان میں تفسیر طبری کے علاوہ تاریخ طبری بہت زیادہ مشہور و معروف ہے۔ (۱۳)

تاریخ طبری کا مختصر تعارف:..... اس کتاب کا نام ”تاریخ الرسل والملوک“ یا ”تاریخ الأمم والملوک“ ہے،

البتہ تاریخ طبری کے نام سے عوام و خواص میں مشہور ہے۔ علامہ طبری کی یہ تصنیف عربی تصانیف میں مکمل اور جامع تصنیف شمار کی جاتی ہے، یہ کتاب ان سے پہلے کے مؤرخین یعقوبی، بلاذری، واقدی، ابن سعد وغیرہ کے مقابلہ میں اکمل اور ان کے بعد کے مؤرخین، مسعودی، ابن مسکویہ، ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے لیے ایک رہنما تصنیف بنی۔ معجم الادباء میں یا قوت حموی نے لکھا ہے کہ ”ابن جریر نے اپنی اس تالیف میں ۳۰۲ھ کے آخر تک کے واقعات کو بیان کیا اور بروز بدھ ۲۷۷ رجب الاول ۳۰۳ ہجری میں اس کی تکمیل کی“۔ (۱۵)

طرز نگارش:..... ابن جریر نے اپنی تاریخ کی ابتدا حدوث زمانہ کے ذکر، اول تخلیق یعنی قلم و دیگر مخلوقات کے تذکرہ سے کیا، پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رسل کے اخبار و حالات کو تورات میں انبیاء کی مذکور ترتیب کے مطابق بیان کیا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام اقوام اور ان کے واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے حوادث کو ہجرت کے سال سے لے کر ۳۰۲ ہجری تک مرتب کیا اور ہر سال کے مشہور واقعات و حوادث کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں حدیث، تفسیر، لغت، ادب، سیرت، مغازی، واقعات و شخصیات، اشعار، خطبات اور معابدات وغیرہ کو خوبصورت اسلوب میں مناسب ترتیب کے ساتھ ہر روایت کو اس کے راوی اور قائل کی طرف (بغیر نقد و تحقیق کے) منسوب کیا کہ اس کو کتاب اور فصول کے عنوان سے تقسیم کر کے ان کو علماء کے اقوال سے مزین کیا ہے۔

مصادر و تصنیف:..... طبری نے اپنی اس تصنیف کے لیے جن مصادر کا انتخاب کیا وہ یہ ہیں:..... (۱) تفسیر مجاہد اور عکرمہ وغیرہ سے نقل کی، (۲) سیرت ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر، شریح بن سعد، موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق سے نقل کی، (۳) ارتداد اور فتوحات بلاد کے واقعات سیف بن عمر اسدی سے نقل کیے، (۴) جنگ جمل اور صفین کے واقعات ابوحنیفہ اور مدائنی سے نقل کیے، (۵) بنو امیہ کی تاریخ عوانہ بن حکم سے نقل کی، (۶) بنو عباس کے حالات احمد بن ابویثمہ کی کتابوں سے لکھے، (۷) اسلام سے قبل عربوں کے حالات عبید بن شریہ البحر ہی، محمد بن کعب قرظی اور وہب بن منہب سے لیے، (۸) اہل فارس کے حالات فارسی کتابوں کے عربی ترجموں سے لیے، (۹) پوری کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات و حوادث اور روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں، (۱۰) جن کتابوں اور مؤلفین سے استفادہ کیا ہے تو جگہ جگہ ان کے ناموں کی صراحت کی ہے، (۱۱) تاریخ طبری کے بہت سارے تفصیلات لکھے گئے اور کئی لوگوں نے اس کا اختصار بھی کیا اور خود طبری نے سب سے پہلے اس کا ذیل لکھا، بعض حضرات نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، پھر فارسی سے ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔ (۱۶)

..... (جاری ہے)